ازعدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 22 جنوری 1954

کے ایس رشید و پسر

بنام

دی انکم ٹیکس انویسٹگیشن کمیشن، وغیرہ۔

(منسلک اپیلوں کے ساتھ)

[مہر چند مہاجن چیف جسٹس، مکھر جی، ایس آر داس، ویوین بوس اور غلام حسن جسٹس صاحبان]

آئین ہند آرٹیکل 226– دہلی میں واقع انکم ٹیکس انویسٹگیشن کمیشن کو رٹ جاری کرنے کا پنجاب ہائی کورٹ کا دائرہ اختیار– آرٹیکل 226 کے تحت دادرسائی –صوابدیدی– آمدنی پر ٹیکس (انویسٹگیشن کمیشن)(ایکٹ XXX، سال 1947)، دفعات 5 اور 8(5)۔

پنجاب عدالت عالیہ کے پاس دائرہ اختیار ہے کہ وہ آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت دہلی میں واقع انکم ٹیکس انویسٹگیشن کمیشن کو رٹ جاری کرے اور درخواست کنندگان کے معاملے کی تحقیقات ٹیکس آن انکم (انویسٹگیشن کمیشن) ایکٹ 1947 کے 5 کے تحت کرے، حالانکہ درخواست کنندگان یو۔پی ریاست کے اندر مشخص الیان تھے اور ان کے اصل تخمینے اس ریاست کے انکم ٹیکس حکام نے کیے تھے۔

آئین کا آرٹیکل 226 تمام عدالتوں کو رٹس جاری کرنے کے معاملے میں نئے اور بہت وسیع اختیارات عطا کرتا ہے جو ان کے پاس پہلے کبھی نہیں تھے۔ہائی کورٹ کی طرف سے اس طرح کے اختیارات کے استعمال پر صرف دو حدود رکھی گئی ہیں۔ایک یہ ہے کہ اس اختیار کا استعمال "ان تمام علاقوں میں کیا جاناہے جن کے سلسلے میں وہ دائرہ اختیار استعمال کرتا ہے"، یعنی عدالت کی طرف سے جاری کردہ رٹس اپنے دائرہ اختیار کے تابع علاقوں سے باہر نہیں چل سکتی ہیں۔دوسرا یہ ہے کہ وہ شخص یا اختیار جسے عدالت عالیہ رٹ جاری کرنے کا اختیار رکھتی ہے "ان علاقوں کے اندر ہونا چاہیے"

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ان علاقوں میں رہائش یا مقام کے لحاظ سے اس کے دائرہ اختیار کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔

آئین کے آرٹیکل 226 میں فراہم کردہ داد رسائی صوابدیدی ہے اور عدالت عالیہ کے پاس ہمیشہ صوابدیدی ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی رٹ کو دینے سے انکار کرے اگر وہ مطمئن ہو کہ متاثرہ فریق کو کہیں اور مناسب یا مناسب راحت مل سکتی ہے۔

گارا بندھو کے ریوٹس بنام پرلا کیمیڈی کے زمیندار (70 آئی اے 129) اور الیکشن کمیشن بنام ساکا وینکٹا سبّاراؤ [1953] ایس سی آر 1144 کا حوالہ دیا گیا۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی درخواست نمبر 118 سے 121، سال 1952۔

(دیوانی متفرق نمبر 256، 260، 261 اور 262، سال 1950 میں شملہ (کھوسلہ اور کپور جسٹس) میں نظام عدلیہ کی عدالت عالیہ، پنجاب کے 10 اگست 1950 کے فیصلے اور حکم سے آئین ہند کے آرٹیکل 133 (1)(c) کے تحت اپیل۔

اپیل گزاروں کے لیے ڈاکٹر بکشی ٹیک چند (ٹی این سیٹھی، ان کے ساتھ)۔

ایم سی سیتلواڈ، اٹارنی جنرل برائے بھارت (پورس اے مہتا، ان کے ساتھ) جواب دہندگان کی طرف سے۔

1954. جنوری، 22.

عدالت کا فیصلہ جسٹس مکھرجی نے سنایا۔

یہ چار مربوط اپیلیں، جو ہمارے سامنے آئین کے آرٹیکل 133 (1)(c) کے تحت پنجاب عدالت عالیہ کی طرف سے دی گئی سند پر آئی ہیں، اس عدالت کے ڈویژن بنچ کے 10 اگست 1950 کے ایک مشترکہ فیصلے کے خلاف ہدایت کی گئی ہیں، جس کے ذریعے فاضل ججوں نے مختلف اپیل گزاروں کی جانب سے پیش کی گئی چار یکساں درخواستوں کو مسترد کر دیا، جس میں آئین کے آرٹیکل 226 اور 227 کے تحت راحت کا دعوی کیا گیا تھا، ان کے خلاف ایکٹ XXX، سال 1947 کے تحت شروع کی گئی کچھ انکم ٹیکس انویسٹیگیشن کارروائیوں کے سلسلے میں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کے ایس رشید اینڈ سنز کے نام اور انداز کے تحت کاروبار کرنے والی ایک شراکتداری فرم 5 مئی 1934 کو

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

شروع کی گئی تھی، شراکت داروں کی تعداد تین تھی جس میں کے ایس رشید احمد، سعید احمد، اس کا بیٹا، اور مسز ظفر محمد، اس کی ماں۔ مسز ظفر محمد 7 جنوری 1946 کو انتقال کر گئیں اور ان کی موت کے نتیجے میں یہ شراکت داری ختم ہو گئی۔ اگلے ہی دن، یعنی 8 جنوری 1946 کو، اسی نام سے ایک نئی فرم شروع کی گئی، جس میں اصل فرم کے دو زندہ بچ جانے والے شراکت دار اور کے ایس رشید کی بیٹی سعید بیگم تیسری شراکت دار تھیں۔ 31 دسمبر 1947 کو، مرکزی حکومت نے اس فرم کے ساتھ ساتھ اس کی تشکیل کرنے والے افراد کے مقدمات، ایکٹ XXX، سال 1947 کی دفعہ 5 کے تحت تحقیقات اور رپورٹ کے لیے انکم ٹیکس انویسٹگیشن کمیشن کو ممکنہ طور پر اس بنیاد پر بھیج دیے کہ ان معاملات میں انکم ٹیکس کی ادائیگی میں خاطر خواہ چوری ہوئی تھی۔ ایکٹ کی دفعہ 5(4)(3) کے تحت مقرر کردہ مجاز اہلکار، جو ان تمام اپیلوں میں مدعاعلیہ نمبر 2 کے طور پر شمار ہوتا ہے، نے مقررہ وقت پر ان معاملات میں تحقیقات شروع کیں اور اپیل کنندہ کی شکایت یہ ہے کہ ایکٹ کی توضیعات کے برعکس، اس نے اپنی تحقیقات کو 31 مارچ 1943 کے بعد کی مدت تک بڑھا دیا، جس تاریخ تک ان تمام معاملات میں انکم ٹیکس کی تشخیص مکمل ہوئی تھی۔ اس شکایت پر مشتمل ایک درخواست 8 اپریل 1949 کو مجاز اہلکار کو دی گئی تھی، لیکن اس درخواست پر کوئی حکم منظور نہیں کیا گیا، کیونکہ کمیشن اس سلسلے میں قانون میں جلد تبدیلی کی توقع کر رہا تھا۔ اس قانون میں 5 جولائی 1949 کے آرڈیننس کے ذریعے ترمیم کی گئی تھی، لیکن اپیل گزاروں نے پھر بھی دعوی کیا کہ یہ ترمیم نہ تو اس کے عمل میں ماضی سے متعلق تھی، اور نہ ہی اس نے مجاز اہلکار کو 31 مارچ 1943 کے بعد اپنی تحقیقات جاری رکھنے کے قابل بنایا۔ تاہم، کتبِ حسابات احتجاج کے تحت اہلکار کو دکھائی گئیں۔ 17 ستمبر 1949 کو کمیشن کے سامنے تین درخواستیں دائر کی گئیں، ایک مسز ظفر محمد کے معاملات کے حوالے سے جس میں کہا گیا تھا کہ ان کے حوالے سے کوئی تحقیقات نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ پہلے ہی مر چکی تھیں؛ دوسری سعید بیگم کے معاملات کے حوالے سے اس بنیاد پر کہ وہ ایک نئی پارٹنر ہونے کے ناطے اور اس کا پہلے جائزہ نہیں لیا گیا تھا، کمیشن کے دائرہ اختیار کے تابع نہیں تھی؛ جبکہ تیسری درخواست اس اثر پر تھی کہ نئی فرم، جو 8 جنوری 1946 کو وجود میں آئی تھی، ایکٹ کی توضیعات کے تحت اپنے معاملات کی بالکل بھی تحقیقات نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے بعد، جون 1950 میں، چار متفرق درخواستیں دائر کی گئیں، (سی ایم کیس نمبر 259 سے 262، سال 1950) اپیل گزاروں کی جانب سے، پنجاب عدالت عالیہ کے سامنے، اور اس میں کی گئی دعائیں تین گنا نوعیت کی تھیں۔ سب سے پہلے یہ دعا کی گئی کہ کمیشن اور مجاز عہدیدار کو ممنوعہ رٹ جاری کی جائے جس میں انہیں ہدایت کی جائے کہ وہ ایکٹ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document

XXX، سال 1947 کی دفعہ 5 کے تحت کمیشن کو بھیجے گئے مقدمات کی تحقیقات کو آگے نہ بڑھائیں۔ دوسری دعا پہلے سے شروع ہونے والی کارروائی کو کالعدم قرار دینے کے لیے عدالتی پروانہ کی نوعیت کی رٹ کے لیے تھی۔ تیسرا اور متبادل دعوی یہ تھا کہ کمیشن کے سامنے کی کارروائی کو آئین کے آرٹیکل 277 کے تحت نظر ثانی کی جا سکتی ہے اور مناسب احکامات منظور کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ مقدمے کے انصاف کی ضرورت ہو گی۔ ان درخواستوں پر، انویسٹگیشن کمیشن سے رپورٹ طلب کیے جانے کے بعد 25 جولائی 1950 کو قواعد جاری کیے گئے۔ جواب دہندگان کی طرف سے، جنہوں نے ان درخواستوں کی مزاحمت کی، درخواست گزار کے دعوے کے بار میں کچھ ابتدائی نکات اٹھائے گئے۔ پہلی جگہ یہ دلیل دی گئی کہ درخواست کنندگان یو۔ پی سے تعلق رکھنے والے مشخص الیان ہونے کے ناطے، ان کے جائزے اس ریاست کے انکم ٹیکس کمشنر کے ذریعے کیے جاتے ہیں اور محض یہ حقیقت کہ انویسٹگیشن کمیشن کا مقام دہلی میں ہے، پنجاب عدالت عالیہ کو آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت رٹ جاری کرنے کا دائرہ اختیار نہیں دے گی۔ دوسرا اعتراض یہ تھا کہ ایکٹ خود ایک خاص نوعیت کا ہونے کی وجہ سے جس نے نئے حقوق اور واجبات پیدا کیے، کسی بھی خلاف ورزی یا خلاف ورزی کے لیے ایکٹ میں فراہم کردہ داد رسائی ہی واحد داد رسائی تھی جن کی پیروی متاثرہ فریق کر سکتے تھے اور آئین کا آرٹیکل 226 یا 227 درخواست کنندگان کے لیے دستیاب نہیں ہو گا۔ تیسری بنیاد یہ لی گئی کہ عدالت ایکٹ XXX، سال 1947 کی دفعہ 5(3) اور 9 کی وجہ سے درخواست کنندگان کو راحت نہیں دے سکی۔ ان تنازعات کو درخواستوں کی سماعت کرنے والے فاضل ججوں کا حق حاصل ہوا، اور اگرچہ انہوں نے اٹھائے گئے تیسرے نکتے پر کوئی حتمی رائے ظاہر نہیں کی، لیکن انہوں نے درخواست کنندگان کی درخواستوں کو اوپر بیان کی گئی پہلی دو بنیادوں پر مسترد کر دیا۔ یہ برخاستگی کے ان احکامات کے خلاف ہے کہ موجودہ اپیلیں اس عدالت میں لی گئی ہیں اور اپیل گزاروں کی جانب سے پیش ہونے والے ڈاکٹر ٹیک چند نے دونوں نکات پر عدالت عالیہ کے فیصلے کے جواز پر تنقید کی ہے۔

جہاں تک پہلے نکتے کا تعلق ہے، جس کا تعلق پنجاب عدالت عالیہ کے دائرہ اختیار کے سوال سے ہے کہ وہ ان مقدمات میں عدالتی پروانہ یا ممانعت کی رٹ جاری کرے، فاضل ججوں نے اپنا فیصلہ مکمل طور پر گربندھو کے ریوٹس بنام پرلا کیمیڈی کے زمیندار ([1]) کیس میں عدالتی کمیٹی کے فیصلے پر مبنی کیا۔ اس معاملے میں غور کے لیے سوال یہ تھا کہ کیا مدراس عدالت عالیہ کو اپیلٹ اتھارٹی کے طور پر ریونیو کے اجتماعی بورڈ کی طرف سے منظور کردہ حکم کے سلسلے میں عدالتی پروانہ کی رٹ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

جاری کرنے کا دائرہ اختیار تھا، پارلا کیمیڈی کے زمیندار اور ضلع گنجم میں واقع اس کی اسٹیٹ کے اندر کچھ دیہاتوں کے ریوٹوں کے درمیان کرایہ کے تصفیے کے لیے کچھ کارروائیوں میں جو مکمل طور پر پریزیڈنسی شہر مدراس کی حدود سے باہر تھا۔ اس سوال کا جواب منفی میں دیا گیا۔ عدالتی کمیٹی نے طے کیا کہ کلکتہ، مدراس اور بمبئی کی تین چارٹرڈ عدالتوں کے پاس عدالت عظمیٰ کے جانشین کے طور پر جاری کرنے کے اختیارات تھے، جو پہلے ان صدارتی قصبوں پر دائرہ اختیار استعمال کرتے تھے۔ لیکن چارٹر کے تحت اختیارات کا استعمال تین عدالتوں کے عام اصل سول دائرہ اختیار کے اندر افراد تک محدود تھا، اور اس دائرہ اختیار سے باہر یہ صرف 'برطانوی رعایا' تک پھیلا ہوا تھا جیسا کہ خود چارٹر میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ دیا گیا کہ مدراس کی عدالت عظمیٰ کا اس چارٹر کے تحت کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا جس نے اسے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک ملکی عدالت کو درست کرنے یا کنٹرول کرنے کے لیے بنایا تھا جو اس ضلع میں زمین کے لیے قابل ادائیگی کرایہ کے بارے میں گنجم ضلع کے بھارتیہ باشندوں کے درمیان تنازعہ کا فیصلہ کرتی تھی اور اس کے بعد کسی قانون سازیہ کے ذریعے اس کے جانشین عدالت عالیہ کو ایسا کوئی اختیار نہیں دیا گیا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اپیل گزاروں کی جانب سے ایک دلیل اٹھائی گئی ہے کہ رٹس جاری کرنے کا دائرہ اختیار اس حقیقت پر قائم کیا جا سکتا ہے کہ بورڈ آف ریونیو کا دفتر، جو کرایوں کے تصفیے کے معاملے میں اپیل اتھارٹی تھا، مدراس قصبے کے اندر واقع تھا اور جس حکم کی شکایت کی گئی تھی وہ اس قصبے میں کیا گیا تھا اور اس سلسلے میں نندو لال بوس بنام کلکتہ کارپوریشن (1) کے معاملے پر انحصار کیا گیا تھا، جہاں کلکتہ عدالت عالیہ کی طرف سے کلکتہ قصبے کے کمشنروں کی طرف سے ایک مخصوص رہائشی مکان پر کی گئی تشخیص کو کالعدم قرار دینے کے لیے ایک عدالتی پروانہ جاری کی گئی تھی۔ اس دلیل کو عدالتی کمیٹی نے درج ذیل مشاہدات کے ساتھ مسترد کر دیا:

"سوال یہ ہے کہ کیا اس معاملے کا اصول موجودہ معاملے میں گنجم میں زمین کے کرایے کے تصفیے پر لاگو کیا جا سکتا ہے، محض بورڈ آف ریونیو کے مقام کی بنیاد پر، ایک ادارے کے طور پر جو عام طور پر رہائشی ہے یا مدراس شہر کے اندر واقع ہے، یا اس بنیاد پر کہ جس حکم کی شکایت کی گئی تھی وہ شہر کے اندر کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو، ایسا لگتا ہے کہ عدالت عالیہ کے دائرہ اختیار سے شہر کے مضافات سے باہر بورڈ آف ریونیو کو ہٹانے سے بچا جائے گا، اور یہ کہ یہ کبھی بھی منسلک نہیں ہو گا لیکن اس صورت حال کے لیے کہ بورڈ آف ریونیو میں اپیل کی گئی ہے، یا نظر ثانی کی کارروائی کی گئی ہے۔ ان کے حاکموں کا خیال ہے کہ دائرہ اختیار کے سوال کو بنیادی طور پر سمجھا جانا چاہیے، اور یہ کہ یہ عدالت

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document

عظمٰی کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ بورڈ آف ریونیو کو شہر میں اس کے مقام کی طاقت پر عدالتی پروانہ جاری کر کے اس طرح کے معاملے پر دائرہ اختیار کا دعوی کرے۔ اس طرح کا نظریہ عدالت عظمٰی کو دائرہ اختیار دے گا، گنجم میں ریوتی جائداد کے کرایوں کے تصفیے کے معاملے میں فریقین کے درمیان جو بصورت دیگر اس کے دائرہ اختیار کے تابع نہیں ہیں، جو اس کے پاس اس ریونیو افسر پر نہیں ہوتا جس نے پہلی بار اس معاملے کو نمٹا تھا۔"

عدالتی کمیٹی کے ان مشاہدات کی بنیاد پر ہی فاضل ججوں نے فیصلہ دیا ہے کہ دہلی میں انویسٹگیشن کمیشن کا محض مقام پنجاب عدالت عالیہ کو موجودہ معاملے میں رٹ جاری کرنے کا دائرہ اختیار دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ درخواست کنندگان یو۔پی ریاست کے اندر مشخص الیان ہیں اور ان کی اصل تشخیص اس ریاست کے انکم ٹیکس افسران نے کی تھی۔ اس کے بعد کی کارروائی، جو انویسٹگیشن کمیشن کی رپورٹ کے مطابق کی جانی تھی، یو۔پی میں انکم ٹیکس حکام کو کرنی ہوگی، اور اگر کوئی معاملہ بیان کرنا ہے، تو اسے الہ آباد میں عدالت عالیہ کو بتایا جائے گا۔ اس لیے، جیسا کہ پریوی کونسل نے کہا تھا کہ دائرہ اختیار کا سوال ایک اہم سوال ہے، یہ فیصلہ دیا گیا کہ موجودہ معاملے میں کوئی دائرہ اختیار پنجاب عدالت عالیہ میں نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ اس دائرہ اختیار سے صرف کمیشن کو دہلی سے دوسری جگہ ہٹانے سے بچا جا سکتا ہے۔

یہ استدلال ہمیں مناسب نہیں لگتا ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ پارلا کیمیڈی کے معاملے (1) کا فیصلہ آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت رٹ جاری کرنے کے معاملے میں عدالتوں کے دائرہ اختیار کے سوال کا تعین کرنے میں واقعی مددگار ہے۔ اس عدالت نے الیکشن کمیشن بنام وینکٹا راؤ (2) میں اپنے حالیہ فیصلے میں اس موضوع پر پورے قانون پر تبادلہ خیال اور وضاحت کی ہے جہاں پرلا کیمیڈی کے معاملے میں عدالت کمیٹی کے مشاہدات، جن پر پنجاب عدالت عالیہ نے انحصار کیا ہے، کی مکمل وضاحت کی گئی ہے۔ سب سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ آئین کے آغاز سے پہلے خصوصی رٹس جاری کرنے کے اختیارات کا استعمال بھارت میں صرف کلکتہ، مدراس اور بمبئی کی عدالتیں کر سکتی تھیں اور وہ بھی بہت سخت اور متعین حدود میں۔ رٹس صرف اس حد تک جاری کی جا سکتی تھیں کہ اس سلسلے میں اختیارات کو مجموعی ضابطہ دیوانی اور فوجداری (3) کے ذریعے چھین نہیں لیا گیا تھا اور انہیں صرف ان عدالتوں کے بنیادی دیوانی دائرہ اختیار کے اندر افراد اور حکام کو ہدایت کی جا سکتی تھی۔ آئین نے اس سلسلے میں قانون کی ایک بنیادی تبدیلی متعارف کرائی۔ جیسا کہ اس

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

عدالت نے اوپر مذکور معاملے میں وضاحت کی ہے، جبکہ آئین کا آرٹیکل 225 موجودہ عدالت عالیہ کو وہ اختیارات اور دائرہ اختیار محفوظ رکھتا ہے جو ان کے پاس پہلے تھے، آرٹیکل 226 تمام عدالتوں کو رٹس جاری کرنے کے معاملے میں نئے اور بہت وسیع اختیارات فراہم کرتا ہے جو ان کے پاس پہلے کبھی نہیں تھے۔ آئین سازوں نے "اس طرح عدالت کا فیصلہ سناتے ہوئے چیف جسٹس پتنجلی شاستری کا مشاہدہ کیا"، نئے سیٹ اپ میں لوگوں کے لیے کچھ بنیادی تحفظات فراہم کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے، جسے وہ بنیادی حقوق کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس طرح کے حقوق کے نفاذ کے لیے ایک فوری اور بغیر اخراجات داد رسائی فراہم کرنا بھی ضروری سمجھا، اور یہ پایا کہ خصوصی اختیارات، جو انگلینڈ عدالتوں نے تیار کیے تھے اور جب بھی فوری اور فیصلہ کن مداخلت کا مطالبہ کرتے تھے، اس مقصد کے لیے خاص طور پر موزوں تھے، جو انہوں نے ریاست کے دائرے میں، عدالت عالیان کو نئے اور وسیع اختیارات عطا کیے تھے۔ بنیادی طور پر بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہدایات، احکامات، یا رٹ جاری کرنا، اس طرح کی ہدایات وغیرہ جاری کرنے کا اختیار، 'کسی دوسرے مقصد کے لیے' بھی اس نظریے کے ساتھ شامل کیا جارہا ہے کہ بظاہر اس ملک کی تمام ہائی کورٹس کو کسی حد تک اسی پوزیشن میں رکھا جائے جو انگلینڈ میں کنگز کی عدالت بنچ کے پاس ہے۔" آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت عدالت عالیہ کی طرف سے ان اختیارات کے استعمال پر صرف دو حدود رکھی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس اختیار کا استعمال "ان تمام علاقوں میں کیا جاتا ہے جن کے سلسلے میں وہ دائرہ اختیار استعمال کرتا ہے"، یعنی عدالت کی طرف سے جاری کردہ رٹس اس کے دائرہ اختیار کے تابع علاقوں سے باہر نہیں چل سکتی ہیں۔ دوسری حد یہ ہے کہ وہ شخص یا اختیار جسے عدالت عالیہ رٹ جاری کرنے کا اختیار رکھتی ہے "ان علاقوں کے اندر ہونا چاہیے" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ان علاقوں میں رہائش یا مقام کے لحاظ سے اس کے دائرہ اختیار کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔ ان دو شرائط کے حوالے سے اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت رٹ جاری کرنے کے لیے عدالتوں کے دائرہ اختیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ پرلا کیمیڈی کے معاملے (1) میں عدالتی کمیٹی کے مشاہدات کا سختی سے اس نکتے پر کوئی براہ راست اثر نہیں ہے۔ یہ درست ہے جیسا کہ پریوی کونسل نے اس معاملے میں کہا تھا کہ دائرہ اختیار کے سوال کو بنیادی طور پر سمجھا جانا چاہیے، لیکن اس مشاہدے کے معنی اور مضمرات کا پتہ صرف اس معاملے کے حقائق اور حالات کے سیاق وسباق سے لگایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس عدالت نے اوپر مذکور مقدمے میں نشاندہی کی تھی (1): "عزت ماب نے اس عجیب وغریب صورت حال میں، جس سے وہ نمٹ رہے تھے، اس بات پر غور کیا کہ صرف مدراس قصبے میں اپیلٹ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

اتھارٹی کا مقام دائرہ اختیار کے استعمال کے لیے کافی بنیاد نہیں تھا، جبکہ دونوں موضوع، یعنی، گنجم میں زمینوں کے کرایے کا تصفیہ، اور پہلی بار تصفیہ کرنے کا مجاز ریونیو افسر عدالت عالیہ کے دائرہ اختیار کی مقامی حدود سے باہر تھا۔ اگر مدراس کی عدالت کو مدراس میں اپیلٹ اتھارٹی کو عدالتی پروانہ کی رٹ جاری کرنے کے دائرہ اختیار کے طور پر تسلیم کیا جاتا، تو یہ عملی طور پر گنجم میں ریونیو آفیسر پر عدالت دائرہ اختیار اور وہاں کی زمینوں کے کرایے کے تصفیے کو تسلیم کرنا ہوتا، جو ان کے حاکموں کے خیال میں اس کے پاس کبھی نہیں تھا۔ یہ اس معاملے کا 'مادہ' تھا جسے وہ دیکھ رہے تھے۔" اس لیے ہماری رائے میں ڈاکٹر ٹیک چند کی طرف سے اٹھائی گئی پہلی دلیل کو درست کے طور پر قبول کیا جانا چاہیے اور دائرہ اختیار کے سوال پر پنجاب عدالت عالیہ کے نقطہ نظر کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

جہاں تک دوسرے نکتے کا تعلق ہے، عدالت عالیہ تعمیر کے عام اصول پر انحصار کرتی ہے کہ جہاں قانون سازیہ نے نئی داد رسائی دینے والا نیا قانون منظور کیا ہے، صرف وہی داد رسائی ہے جس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ٹیکس آن انکم (انویسٹگیشن کمیشن) ایکٹ، 1947، خود انویسٹگیشن کمیشن کے کسی بھی غلط یا غیر قانونی حکم کے خلاف داد رسائی فراہم کرتا ہے اور ایکٹ کی دفعہ 8(5) کے تحت، متاثرہ فریق اس طرح کے حکم سے پیدا ہونے والے قانون کے کسی بھی سوال کو عدالت عالیہ میں بھیجنے کے لیے مناسب کمشنر انکم ٹیکس کو درخواست دے سکتا ہے اور اس کے بعد بھارتیہ انکم ٹیکس ایکٹ کی دفعہ 66 اور 66-A کی توضیعات اس ترمیم کے ساتھ لاگو ہوں گی کہ حوالہ عدالت عالیہ کے کم از کم تین ججوں کی بینچ کے ذریعے سنا جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے لیے اس معاملے میں کسی حتمی رائے کا اظہار کرنا ضروری نہیں ہے کہ آیا ایکٹ کی دفعہ 8(5) کو متاثرہ فریق کو دستیاب واحد داد رسائی کے طور پر سمجھا جائے اور یہ کہ یہ آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت فراہم کردہ داد رسائی کو مکمل طور پر خارج کرتا ہے۔ اس کیس کے مقاصد کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ آئین کے آرٹیکل 226 میں فراہم کردہ داد رسائی ایک صوابدیدی داد رسائی ہے اور عدالت عالیہ کو ہمیشہ یہ صوابدید حاصل ہے کہ وہ کسی بھی رٹ کو دینے سے انکار کرے اگر وہ مطمئن ہو کہ متاثرہ فریق کو کہیں اور مناسب یا مناسب راحت مل سکتی ہے۔ جہاں تک موجودہ معاملے کا تعلق ہے، یہ ہمارے نوٹس میں لایا گیا ہے کہ ہمارے سامنے اپیل کنندگان نے پہلے ہی انویسٹگیشن کمیشن ایکٹ کی دفعہ 8 (5) میں فراہم کردہ داد رسائی کا فائدہ اٹھایا ہے اور اس شق کے حوالے سے الہ آباد عدالت عالیہ کو ایک حوالہ دیا گیا ہے جو فیصلے کے منتظر ہے۔ ان حالات میں، ہم سمجھتے ہیں کہ اپیل گزاروں کو موجودہ مرحلے پر آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت صوابدیدی دائرہ اختیار کی درخواست کرنے کی اجازت

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document

دینا مناسب نہیں ہو گا، اور صرف اسی بنیاد پر، ہم عدالت عالیہ کے احکامات میں مداخلت کرنے سے انکار کریں گے۔ ڈاکٹر ٹیک چند کا استدلال ہے کہ انکم ٹیکس حکام نے تمام معاملات عدالت عالیہ کو نہیں بھیجے ہیں جو اپیل کنندگان چاہتے تھے کہ وہ کریں۔ لیکن اس کے لیے ایکٹ میں ہی ایک داد رسائی فراہم کی گئی ہے اور اگر کسی کارروائی میں انصاف کی سنگین غلطی ہوتی ہے تو اس عدالت میں ہمیشہ خصوصی اجازت کے ذریعے مداخلت کرنے کا دائرہ اختیار ہوتا ہے۔ نتیجے میں، ہم اپیلوں کو مسترد کرتے ہیں لیکن مقدمے کے حالات میں اخراجات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں دیتے۔

اپیلیں مسترد کر دی گئیں۔

اپیل کنندہ کا ایجنٹ: راجندر نارائن۔

جواب دہندگان کے لیے ایجنٹ: آر۔ ایچ۔ دھیبر۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document